محمد اسحاق بھٹی

ایک حدیث

فصلِ خصومات و قضایا اور فرائض قاضی کے سلسلے میں کتبِ احادیث میں بے شمار احادیث مروی ہیں اور اس اہم اور بنیادی مسئلے سے متعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین نہایت واضح ہیں۔ اس ضمن میں پہلی بات یہ ہے کہ قاضی کو حکمت و دانائی اور فہم و ادراک کی نعمت سے مالا مال ہونا چاہیے تاکہ اس کا ذہن فریقین کی بات سننے کے بعد فیصلہ کن نتیجے تک پہنچ سکے اور مسئلہ زیر بحث کے متعلق حتمی رائے قائم کرنے میں اسے کوئی دشواری پیش نہ آئے۔ وہ حکمت و دانائی، جس کے ذریعے انسان صحیح فیصلے کی منزل کو پا لیتا ہے، آنحضرتؐ کی حدیث کی رو سے اللہ کی بہت بڑی دین ہے۔ اس باب میں ایک حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے اور صحیح بخاری میں کئی مواقع پر مذکور ہے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

لاحسد الا فی اثنتین رجل اتاہ اللّٰہ مالا فسلطہ علیٰ ھلکتہ فی الحق ورجل اٰتاہ اللّٰہ الحکمۃ فھو یقضی بھا ویعلمھا[1]

رشک دو باتوں میں کرنا چاہیے، ایک اس شخص پر جس کو اللہ نے دولت دی اور اس نے فراخ دلی کے ساتھ صحیح جگہ پر خرچ کی۔ دوسرے اس شخص پر جس کو اللہ نے حکمت و دانش سے نوازا اور وہ اس سے صحیح صحیح فیصلے کرتا ہے اور اس کی لوگوں کو تعلیم دیتا ہے۔

یعنی حکمت و دانش وہ زینت ہے، جس سے قاضی کو بہرکیف مزین ہونا چاہیے اور اس سے اپنے ذہن و فکر کو جلا دینی چاہیے ــــ اور پھر یہ چیز اس میں اتنی کثیر مقدار میں ہونی چاہیے کہ لوگ اس پر رشک کریں اور عوام میں اس کا بہت شہرہ ہو، تاکہ ہر شخص کو معلوم ہو جائے کہ یہ شخص جو مسندِ قضا پر متمکن ہے عقل و خرد

---

[1] صحیح بخاری مطبع اصح المطابع۔ جلد اوّل، کتاب العلم (باب الاغتباط فی العلم والحکمۃ)، ص ۱۷۔ کتاب الزکوٰۃ۔ (باب انفاق المال فی حقہ) ص ۱۸۹۔ وجلد ثانی۔ کتاب الاحکام (باب اجر من قضی بالحکمۃ)، ص ۱۰۵۷۔

اور حکمت و دانش سے پوری طرح بہرہ ور ہے اور فیصلہ کرنے میں عمداً لغزش کا مرتکب نہیں ہوگا — یہی وہ حکمت ہے، جو قاضی کو کسی کا ہدفِ طعن بننے کے راستے میں رکاوٹ پیدا کرتی اور اس کی نیک شہرت کا باعث بنتی ہے۔

اس حدیث سے یہ بات بھی واضح ہوئی کہ جو شخص عقل و حکمت کی وافر مقدار کا حامل نہ ہو، اس کو محکمہ قضا کے منصبِ جلیلہ پر متعین نہیں کرنا چاہیے۔ اس سلسلے میں جہاں اس کے علم و تقویٰ کا امتحان ضروری ہے وہاں اس کی حکمت و دانش کا معلوم کرنا اور اس کی تربیت دینا بھی ایک لازمی امر ہے۔ اس ضمن میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول پیش نگاہ رہنا چاہیے:

تفقھوا قبل ان تسودوا [۲]

یعنی قبل اس کے کہ تمھیں کسی عہدہ و منصب پر فائز کیا جائے، فقاہت و حکمت حاصل کرو۔

فصلِ خصومات کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ضروری اور بنیادی ارشاد یہ ہے کہ حاکم اور قاضی غصّے کی حالت میں فیصلہ نہ کریں۔ چنانچہ امام بخاری نے کتاب الاحکام میں ایک باب باندھا ہے۔ ھل یقضی الحاکم [۳] او یفتی وھو غضبان ۔ اس باب کے تحت انھوں نے یہ حدیث درج کی ہے:

کتب ابوبکرۃ الی ابنہ وکان بسجستان ان لا تقض بین الاثنین وانت غضبان۔ فانی سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول لا یقضین حکم بین اثنین وھو غضبان [۴]

ابوبکرہ نے اپنے بیٹے کو جو سجستان کا والی تھا، یہ خط لکھا کہ جب تم غصّے کی حالت میں ہو تو دو آدمیوں کے درمیان فیصلہ نہ کرنا۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حاکم جب غصّے میں ہو تو فریقین کے درمیان فیصلہ نہ کرے۔

اس حدیث کی شرح کے ضمن میں بتایا گیا ہے کہ غضب چونکہ عقل و فہم میں خلل ڈال دیتا ہے، فکر و رائے کے زاویوں کو بدل دیتا ہے اور طبع انسانی میں تغیر بپا کر دیتا ہے، لہٰذا حالتِ غضب میں کوئی فیصلہ نہیں صادر کرنا چاہیے۔ اس کے ساتھ ہی شارحین رقم طراز ہیں کہ جو چیز بھی تغیرِ طبع، ضعفِ فہم اور عزلِ عقل کا

---

[۲] صحیح بخاری مطبع اصح المطابع ۔ جلد اوّل (باب الاغتباط فی العلم)، ص ۱۷
[۳] ایک نسخے میں "القاضی" ہے۔
[۴] صحیح بخاری جلد ثانی، ص ۱۰۵۹ - ۱۰۶۰

باعث بنتی ہے، اس کی موجودگی میں قاضی کو مسندِ قضا پر متمکن نہیں ہونا چاہیے۔ بھوک، تنگ دستی، مرض اور دیگر عوارضِ جسمانی سب اسی زمرے میں آتے ہیں۔ جب تک ان کا ازالہ نہ ہو جائے، فصلِ خصومات کی ذمہ داری نہیں قبول کرنی چاہیے[۵۵]

قاضی کے فرائض میں یہ بھی شامل ہے کہ جب مدعی اور مدعیٰ علیہ کسی فیصلہ طلب معاملے کے لیے اس کے پاس آئیں تو وہ نصیحت و موعظت کرے اور انھیں سمجھائے کہ وہ اس کے سامنے غلط بیانی سے کام نہ لیں اور کوئی فریق اپنا دعویٰ اس طرح پیش نہ کرے کہ قاضی اس کی چرب زبانی اور تیز کلامی کی گرفت میں آجائے بلکہ وہ واقعات سے بحث کریں اور سادہ و آسان اسلوب میں اظہارِ مدعا کریں۔ الفاظ کے طوطے مینا بنانے اور بات کو حسین سے حسین انداز میں پیش کرنے کا محل قاضی کی عدالت نہیں ہے۔ اس طرزِ کلام سے خطرہ ہے کہ قاضی کا ذہن کسی فریق کے حسنِ کلام سے متاثر ہو جائے اور اسے بات کی تہہ تک پہنچنے کا موقع نہ ملے، جس کے نتیجے میں فیصلہ غلط رُخ اختیار کر جائے اور دوسرے کا حق مارا جائے۔ اس ضمن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

عن ام سلمة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال انما انا بشر وانكم تختصمون الیّ ولعلّ بعضكم ان يكون الحن بحجّته من بعض فاقضي على نحو ما اسمع فمن قضيت له بحق اخيه شيئا فلا ياخذه فانما اقطع له قطعة من النار[۵۶]

ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں ایک انسان ہوں اور تم میرے پاس اپنے جھگڑے لے کر آتے ہو۔ ہو سکتا ہے، تم میں کوئی شخص اپنے دعوے کا ثبوت پیش کرنے میں دوسرے فریق سے زیادہ چرب زبان ہو اور میری حالت یہ ہے کہ جو کچھ سنتا ہوں، اسی کے مطابق فیصلہ کرتا ہوں۔ لہٰذا میں اگر اس کے بھائی کے حق میں سے کسی چیز کا اس کے لیے فیصلہ کر دوں، تو وہ اسے قبول نہ کرے۔

---

۵۵ فتح الباری، جزء ۱۳ طبع ہند۔ ص ۱۱۱، ۱۱۲۔ نیز ملاحظہ ہو کرمانی شرح بخاری۔

۵۶ صحیح بخاری جلد ثانی کتاب الاحکام (باب موعظۃ الامام للخصوم)، ص ۱۰۶۲، ۱۰۶۵۔ نیز کتاب الحیل، ص ۱۰۳۰۔ الفاظ کی کچھ تبدیلی کے ساتھ یہ حدیث جلد اول، ص ۳۳۲۔ ابواب المظالم والقصاص کے باب اثم من خاصم فی باطل وھو یعلمہ میں بھی ہے۔

میں تو اسے آگ کا ٹکڑا کاٹ کر دے رہا ہوں۔

مطلب یہ کہ اگر کوئی شخص اس درجہ طلاقت لسانی کا مالک ہے کہ اپنی جھوٹی بات کو بھی سچی ثابت کر سکتا ہے اور دوسرے فریق کی (جو درحقیقت سچا ہے مگر زیادہ بات نہیں کر سکتا) عجز کلامی کی وجہ سے قاضی کی عدالت میں جیت جاتا ہے تو یہ قطعی طور پر غلط ہے۔ اس کے غلط دلائل سے متاثر ہو کر قاضی نے اس کے حق میں فیصلہ کر بھی دیا ہے تو جس چیز کے بارے میں فیصلہ کیا گیا ہے اس پر اس کا قابض ہونا درست نہیں۔ اس سے یہ بھی ثابت ہوا کہ اس قسم کے فیصلے سے قاضی پر کوئی گرفت نہیں۔ قاضی بہرحال برسرِ حق ہے۔ قابلِ مواخذہ وہ فریق ہے، جس نے قاضی کے سامنے کذب بیانی کی اور اسے دھوکے میں ڈالا۔

دیوانی معاملات میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو فیصلے صادر فرمائے، ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان میں مدعیٰ علیہ کی رعایت رکھی جائے گی۔ اس کی تائید صحیح بخاری کی ایک حدیث سے ہوتی ہے جس میں بتایا گیا ہے کہ کعب بن مالک کا عبداللہ بن ابی حدرد اسلمی کے ذمے کچھ قرض واجب الوصول تھا۔ اس قرض کے سلسلے میں فریقین کے درمیان مسجد میں جھگڑا ہوا۔ اس وقت آنحضرت اپنے مکان پر تشریف فرما تھے۔ آپ نے اپنے مکان کا دروازہ کھول کر کعب بن مالک سے فرمایا کہ آدھا قرض لے لو، انھوں نے حضور کا یہ فرمان مان لیا [۵۷]

یہ واقعہ سنن نسائی میں بھی موجود ہے۔ امام نسائی نے اس سے یہ استدلال کیا ہے کہ حاکم یا قاضی اپنے گھر میں بھی مقدمات کا فیصلہ کر سکتا ہے۔ چنانچہ انھوں نے یہ حدیث کتاب آداب القضاۃ باب حکم الحاکم فی دارہ میں درج کی ہے [۵۸]

---

۵۷ صحیح بخاری جلد اوّل۔ کتاب الصلوٰۃ (باب التقاضی والملازمۃ فی المسجد)، ص ۶۵۔ فی الخصومات (باب کلام الخصوم بعضھم فی بعض)، ص ۳۲۶۔ باب فی الملازمۃ، ص ۳۲۷

۵۸ ملاحظہ ہو نسائی۔ ج ۲، ص ۲۶۶